تسخیر کائینات

نامور ادیبوں کی اعلی کتابیں موجود تھی لائبریری میں۔ لگاتار پچھلے 5 مہینوں سے اس لائیبریری میں آنا جانا لگا ہوا تھا، اس لائبریری کا نام تھا "دی پیلیس آف فارگاٹن ہسٹری" ۔ مختلف کتابیں پڑھ پڑھ کر دل یہی کرتا تھا کہ اب اٹھوں اور جو سیکھا ہے وہ کر جاوں کسی طرح۔ کبھی شرف النساء کی طرح ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن اٹھانے کو دل کرتا، کبھی محمد بن قاسم کی طرح سندھ فتح کرنے کو دل کرتا اور کبھی صلاح الدین ایوبی کی طرح بیت المقدس کو آزاد کرتے ہوئے، صلیبیوں کے چیتھڑے اڑانے کا دل کرتا۔ لائبریری کے دوسرے کمرے میں الماری نمبر ۹۹ میں لائن نمبر ۵ پہ ۱۲ کتاب ملتی ہے جس کا نام ہوتا ہے "آؤ تسخیر اس ہفت کشور کی بے تیغ و تفنگ کریں". مجھے نام بہت اچھا لگا، کیونکہ اب اتنی ان پڑھ بھی نہیں تھی کہ انگلش کے مشکل الفاظ کے معانی آتے ہوں اور اپنی مادری زبان کا علم بھی نہ ہو۔ اس کا مطلب تھا کہ آؤ اس کائنات کی تسخیر کریں بغیر تلوار کے۔ جب کتاب کھولی کہ مصنف کا نام دیکھوں، وہاں لکھا ہوا تھا "تسخیر کرو اور پا جاؤ میرا نام "۔ اب میرے لیے کتاب کو پڑھنا اور بھی دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔ جھپٹ سے کتاب نکالی، کرسی کھینچ کر ٹیبل پہ بیٹھی اور موبائل فون سائلنٹ پہ لگا کر کتاب کو پڑھنے لگ گئی۔ کتاب کا ہر اگلا صفحہ پچھلے سے زیادہ دلچسپ تھا، شروع میں تو ایسی باتیں لکھی ہوئی تھی کہ سمجھ کچھ نہ لگے، ایک دفعہ درور شریف پڑھا، اقبال اور مولانا روم کو یاد کیا اور ان کے اشعار ذہن میں اپنے آپ کو یاد کروائے اور پھر سے کتاب کھولی اور پڑھنا شروع کر دیا ۔ دل میں ابھی تک مصنف کے نام والی بات اٹک رہی تھی کہ بھائی کم از کم اپنا نام تو لکھ دیتے۔ کتاب کے دو صفحوں میں ابتدائیہ کلمات پڑھے جس میں مصنف نے کتاب میں موجود الفاظ کا مختصر نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ 3 چیپٹر تھے اول کا نام تھا "سائنسی قوانین "، دوم نام تھا" تسخیر کا راز "، سوم تھا "ڈھونڈو جواب "۔ پہلے تو مصنف نے نیوٹن کے تینوں قوانین سمجھائے، اب تو نہم جماعت کے ٹیسٹ بھی مجھے یاد آ رہے تھے کہ اچھا اچھا وہ ٹیسٹ اس لیے فیل ہوا تھا کیونکہ نیوٹن کے تیسرے قانون کی آدھی بات مجھے بھول گئی تھی کہ ہر ایکشن کا ریکشن ہوتا ہے مگر اوپوسیٹ ڈائریکشن میں۔ اب وہ اپنے استاد کا سوال بھی یاد آ گیا" جب انہوں نے پوچھا تھا کہ غلام بتول! اگر کوئی امریکی سپاہی تمہارے مذہب کے بارے میں بات کرے تو یہ ایکشن ہے، اس کا ریکشن کیا ہو گا؟ "میں نے آگ بگولا ہو کر کہا" اگر ہاتھ میں ذوالفقار ہوئی تو گردن اڑا دوں گی مگر کلیشن کوف ہوئی تو 27 گولیاں مار دوں گی"۔ ٹیچر نے بے عزت کیا اور کلاس سے باہر نکال کر کہا" تمہیں معلوم بھی ہے کہ جو تم تعلیم حاصل کر رہی ہو وہ بھی امریکہ کی دی ہوئی ہے؟ میں نے کہا غلامانہ تعلیم انہی کی ہے مگر غیرت مجھے میرے ماں باپ سے ورثے میں ملی ہے۔ اتنا ہی اگر وہ تعلیم یافتہ ہے تو میرے مذہب کے خلاف بات کیوں کر رہا ہے، اب اس کی تہذیب کہاں گئی؟ استاد مجھے فرماتے تھے: غلام بتول تم بہت شدت پسند ہو۔ اور مجھے ڈانٹ کر کلاس سے باہر کھڑا کر دیتے۔ مجھے میری دوستوں کے ساتھ بھی نہ بیٹھنے دیا جاتا کیونکہ ان کے نزدیک میرے نظریات اگر ان بچیوں تک پہنچ گئے تو یہ لڑکیاں باغی ہو جائیں گی۔ خیر مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ معلوم نہیں کہاں سے بات کہاں نکل گئی۔ خیر! تو کتاب میں نیوٹن کے قوانین پڑھ رہے تھے ساتھ ہی اب آئن سٹائن کی تھیوریز آ گئی۔ جس میں انرجی کو حجم اور سپیڈ آف لائٹ کے سکئیر کے برابر قرار دیا۔ آخر میں جب قوانین کا چیپٹر ختم ہوا تو لکھا ہوا تھا "کیسا لگا، مادہ پرستی سے روحانیت تک کا سفر؟". مجھے تھوڑی حیرت ہوئی بہر حال سمجھ نہیں لگی آگے بڑھتی گئی۔ کتاب کافی دلچسپ تھی۔ کیونکہ سب پڑھ پڑھا کر اپنی ہسٹری یاد آ رہی تھی کہ میں سکول کالج میں بالکل ایسے ہی حرکتیں کرتی تھی۔

اب دوسرا چیپٹر کھولا "تسخیر کا راز"۔ اب اس میں مختلف ڈائگرامز بنی ہوئی تھی ایسے لگا کہ شاید کوئی جادوئی کرشمہ ہو گا، یا کوئی تعویز جس سے ہم جادو کریں گے اور تسخیر ہو جائے گی۔ غور سے دیکھا تو لکھا تھا "۳ میں سے ایک کو مان کر، ایک کو تھام کر اور ایک کو سینے سے لگا لو، پھر ۵ کو مان کر ۴ کے راستوں پہ چلو، پھر مادہ پرستی سے روحانیت کے سفر کو طے کرو، اگر ان میں سے کسی بھی فیگر کو چھوڑا تو مادیت سے روحانیت کا سفر نہیں ہو سکے گا۔ "ایک عجیب و غریب معما تھا میرے لیے یہ جملہ۔ کہ آخر اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اگلا صفحہ کھلتا ہے اور لکھا ہوتا ہے، "کہ وہ جو تم نے اپنے استاد کو جواب دیا تھا، اس پہ پریشان مت ہونا، وہ بلکل درست تھا"۔ یہ جملہ پڑھ کر میرے ہوش اڑ گئے۔ کہ اس کتاب کو کیسے معلوم ہوا کہ میرا یہ خیال تھا۔ اور میرے سے بچپن میں استاد نے یہ سوال پوچھا تھا۔ کتاب بند کر کے میں پانی پینے لگی اور پسینے نکلنے لگ گئے۔ اب دوبارہ ڈر ڈر کر کتاب کھولی، باہر بارش بھی ہو رہی تھی اور بادل گرجتے تھے کہ دل اٹھا لے جائیں۔ کتاب دوبارہ کھولی، صفحہ نمبر ۱۲، وہی فقرہ دوبارہ پڑھا اور اب آگے بڑھنے لگی۔ اگے لکھا تھا "پریشان مت ہو "یہی تو تسخیر بے تیغ و تفنگ ہے جسکو تم نے سمجھنا ہے۔ مجھے اس لائن کو پڑھ کر خوف بھی آیا مگر اطمینان کے ساتھ میں آگے بڑھتی گئ۔ آگے جب جملے پڑھے تو لکھا تھا "یورپ نے ان

نمبروں کو جو لکھے ہیں، مٹانے کے لیے بہت پیسہ لگایا، یہاں تک کہ یہ سب حذف ہوگئے۔اس لیے میں نے ان نمبروں کو کھل کر بیان نہیں کیا، اگر یہ نمبر تم پہ کھل گئے تو سمجھ لینا کہ تسخیر ہوگئی۔". اب مجھے اگلے دن کی میڈیکل کلاس کا جو فارما کا ایڈ ریز جک کلاس کا چیپٹر ٹیسٹ دینا تھا وہ بھول چکا تھا کیونکہ ایک ورقہ حیرت میں مبتلا ہوں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟۔اس نظام تعلیم نے ویسے بھی میرا دل چھلنی کر دیا تھا، کلاس میں کوئی ڈاروِن تھیوری کا نام لیتا تو میں اٹھ کر خلاف بولنے لگتی۔ کبھی کوئی ہمارے بزرگوں کے بارے میں بے ادبی سے بات کرتا کہ شاید ان کا کوئی ولی وارث نہیں۔

مگر میں کسی کو بھی نہ ملنے دیتی اس لیے ہر بندہ مجھے انتہا پسند بلاتا۔اب اس انتہا پسندی کو میں نے کتاب سے ماخوذ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ انتہا پسندی نہیں بلکہ غیرت مندی تھی۔ کتاب کا دوسرا چیپٹر ختم ہونے کو تھا، آخری جملے یہ لکھے ہوئے تھے جو میری پریشانی اور حیرت میں مزید اضافہ کر رہے تھے: "ہارمت ماننا، ان نمبرز کو تھامے رکھو اور غلام بتول بن جاؤ، اسی میں ہے تسخیر۔". اب اگلا چیپٹر شروع ہوا جس کا نام ہی یہ تھا کہ ڈھونڈو جواب۔اب ایک ایک کر کے نمبرز کو میں نے سمجھا اور لکھنا شروع کیا کیونکہ کتاب کے آخری چیپٹر کے پہلے پیج میں ایک بات تھی کہ "خود تلاش کرو پھر صفحہ الٹنا ورنہ نہیں ملنا جواب"۔ میں نے کتاب بند کر دی اور لکھنا شروع کیا۔ آخر میں نے سوچا کہ ۳ میں سے ایک قرآن، ایک اللہ اور ایک حضور ﷺ مراد ہیں، ۵ کا مطلب پنجتن نسبت ہے اہل بیت کی اور ۴ کا مطلب خلفائے راشدین مراد ہو سکتے ہیں۔ کتاب کھولی، صفحہ الٹا تو لکھا تھا:- افلاک سے نالوں کا جواب آنے کے لیے تمہاری طرح غلام بتول ہونا لازمی ہے"۔ آخر مجھے میرا راز مل گیا۔ کہ ہو جس سے تسخیر وہ چیز ہے "عشق مصطفی ﷺ، جس کے بعد بندہ دلیر اور غیرت مند ہوتا ہے، باحیاء اور باوقار بنتا ہے، اور پھر اسی سے مادہ پرستی سے روحانیت کا سفر کرتے ہوئے نیابت الٰہی حاصل کرتا ہے"۔ کتاب کے آخر میں لکھا ہوا تھا: "مصنف: تمہارا غیرت مند ضمیر"۔ یہ پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسوں تھے اور اپنے ضمیر، اپنی خودی سے بیداری کا عالم تھا، لب پہ "شکر مالکوں کا" کے الفاظ تھے اور کتاب کو سینے سے لگا کر خوشی کا سماں تھا۔ شاید کہ ان نمبرز کو میں پوری زندگی یاد رکھوں کیونکہ شرف النساء نے بھی یہی یاد رکھے اور عافیہ صدیقی نے بھی یہی یاد رکھے۔ شکریہ میرے غیرت مند ضمیر۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی غیر قانونی قید ایک شدت انگیز حقیقت ہے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا نمایاں نمونہ ہے۔ان کی جبری گرفتاری نے ایک علماء اور تعلیم یافتہ طبقے کو بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جو اپنے علمی استحکام اور اجتماعی خدمات کے لئے مشہور ہیں، ان کو غیر قانونی طور پر جیل میں ڈالنا ایک سوچنے والی بات ہے۔ اس انسانی حقوق کی خلاف ورزی نے دنیا بھر میں احتجاجات کو بھڑکا دیا ہے اور ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کی مانگ ہر طرف سے بلند ہے۔ اس ظلم اور زیادہ سے زیادہ ممکنہ آزادی کے لئے ہماری آوازیں بلند کرنا ضروری ہیں تاکہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسی شخصیات کو انصاف حاصل ہو اور ہم ایک ایسی معاشرت بنا سکیں جہاں علم اور خدمت کا دفاع کیا جا سکے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو مقدمے کے دوران رہا کروایا جا سکتا تھا حتیٰ کہ فیصلہ ہونے کے بعد بھی امریکہ انہیں پاکستان کے حوالے کر سکتا تھا لیکن حکومت کی طرف سے سنجیدہ کوششیں ہی نہیں کی گئیں۔ ڈاکٹر عافیہ کو پاکستان سے اغوا کر کے بگرام ایئر بیس پہنچایا گیا، وہ طویل عرصے سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہی ہیں، وہ پاکستانی قیادت سے مایوس ہیں، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کے لئے چلائی جانے والی مہم عالمی تحریک بنتی جا رہی ہے جیسے نیلسن منڈیلا کی بنی تھی۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو نیویارک میں ایک وفاقی امریکی عدالت نے 86 سال قید کی سزا سنادی ہے۔ البتہ دوران قید ان کا وقتاً فوقتاً ذہنی معائنہ کرنے اور ضروری علاج معالجے کی بھی ہدایات جاری کی ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی اپنی یہ سزا فورٹ ورتھ، ٹیکساس کی جیل فیڈرل میڈیکل فیسلیٹی کارلزویل میں گزاریں گی جہاں خواتین قیدیوں کو ذہنی علاج کی سہولیات میسر ہیں۔ اپنے مقدمے کے دوران بھی ذہنی معائنے اور علاج کے لیے ڈاکٹر صدیقی کو ایف ایم سی کارلزویل بھیجا گیا تھا۔ عدالت کے مطابق ڈاکٹر صدیقی نے جولائی 2008 میں افغانستان میں امریکی فوجیوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جمعرات کو بھری عدالت میں سزا سننے کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے کہا کہ وہ اس فیصلے کے خلاف اپیل کریں گی۔ البتہ ان کا کہنا تھا کہ وہ ان وکلاء کو نہیں رکھنا چاہتیں جنہوں نے ان کا مقدمہ لڑا ہے۔ کمرہ عدالت میں ڈاکٹر صدیقی کے بھائی محمد صدیقی کے علاوہ ان کے حامیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور عدالت کے باہر بھی ان کے حامی ان کے حق میں پوسٹر اٹھائے مظاہرہ کر رہے تھے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے خاندان کی ترجمان ٹینا فوسٹر کے مطابق

پاکستانی حکومت نے ان کی تمام تر اپیلوں کے باوجود ڈاکٹر صدیقی کی پاکستان واپسی کا موقع ضائع کر دیا اور اب ڈاکٹر صدیقی کی واپسی کے راستے میں قانونی مسائل حائل ہو گئے ہیں۔ انٹرنیشنل جسٹس نیٹ ورک سے وابستہ مس فوسٹر کے مطابق امریکہ اور پاکستان کے درمیان ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہے جس کے تحت ایک سزا یافتہ مجرم اپنی سزا پاکستان میں مکمل کر سکے یا اسے پاکستان بھجوایا جا سکے۔ فیصلے کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے ڈاکٹر صدیقی کے وکلاء کا کہنا تھا کہ اس مقدمے میں اپیل کا ایک نہیں کئی پہلو ہیں۔ چار گھنٹے جاری رہنے والی سماعت میں ڈاکٹر صدیقی نے بار بار یہ کہا کہ وہ خون خرابہ نہیں امن چاہتی ہیں اور ان کے نام پر کوئی تشدد نہ کرے۔ ڈاکٹر صدیقی نے اپنے حامیوں سے یہ بھی اپیل کی کہ ان کے کیس میں سب کو معاف کر دیا جائے اور کوئی غصہ نہ کرے کیونکہ انہوں نے سب کو معاف کر دیا ہے اور وہ خدا کی رضا میں راضی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں خفیہ جیلوں میں رکھا گیا تھا اور ان پر تشدد بھی کیا گیا تھا مگر انہیں جہاں اب رکھا گیا ہے وہاں ان پر کوئی تشدد نہیں ہو رہا۔ ڈاکٹر صدیقی کو جولائی 2008 میں افغانستان کے شہر غزنی سے افغان پولیس فورس نے حراست میں لیا تھا۔ اگلے دن ایک امریکی فوجیوں اور ایف بی آئی کے اہلکاروں پر مبنی ایک امریکی ٹیم ان سے تفتیش کرنے پہنچی اور وہ واقعہ پیش آیا جس کی بنا پر جمعرات کو انہیں سزا سنائی گئی۔ ڈاکٹر صدیقی کے حامیوں کا کہنا ہے کہ انہیں سن 2003 میں ان کے تین بچوں سمیت پاکستان اور امریکہ کی خفیہ ایجنسیوں نے اغوا کیا تھا اور پانچ سال انہیں خفیہ جیلوں میں رکھا اور ان پر تشدد کیا۔ ڈاکٹر صدیقی کے دو بچے پاکستان میں ان کے خاندان والوں کے پاس ہیں جبکہ تیسرے بچے کا کوئی پتہ نہیں۔

مدّتوں سے بچھڑے افراد کے ملاپ کے مناظر عام طور پر فلموں، ڈراموں میں دیکھنے یا کتابوں میں پڑھنے کو ملتے ہیں اور پھر طویل جدائی کی یہ تشنگی محبّت کے حرارت آمیز لمس ہی سے دُور ہوتی نظر آتی ہے، لیکن 31 مئی 2023ء کو کارسویل فورٹ ورتھ، ٹیکساس (امریکا) کی فیڈرل میڈیکل سینٹر جیل میں، جسے عرفِ عام میں ”جہنّم کا گڑھا“ کہا جاتا ہے، دو بہنوں کی 20 سال بعد ہونے والی ملاقات اِس اعتبار سے مختلف، انوکھی اور انتہائی اَلم ناک تھی کہ اس ”ملاقات“ میں ایک دوسرے کو گلے لگانے کی اجازت تھی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر سکتی تھیں۔ 86 برس قید کی سزا پانے والی پاکستان کی 51 سالہ ڈاکٹر عافیہ اور ان کی بہن، ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کی یہ ملاقات عالمی میڈیا کا بھی موضوع رہی، لیکن یہ چند ایک بریکنگ نیوز ان بہنوں کے دلی جذبات واحساسات کی ہرگز عکّاس نہیں کہ جن سے وہ پور پور بھیگی، لب ریز تھیں۔

اِس منظر کا صرف تصوّر ہی کیا جا سکتا ہے کہ جب ایک ہی ماں کی کوکھ سے جنم لینے والی بہنوں نے دو دہائیوں بعد ایک دوسرے کو دیکھ کر آگے بڑھ کے گلے ملنے یا چھونے کی کوشش کی ہوگی، تو کیسے اُن کے درمیان ایک دبیز شیشہ حائل ہو گیا ہو گا۔ وہ شیشہ جس کے ایک طرف ڈاکٹر فوزیہ اور دوسری طرف، کانوں میں ایئر فون لگائے ڈاکٹر عافیہ بیٹھی تھیں۔ دونوں کے کان ایک دوسرے کی آواز سُننے کو کیسے ترس رہے ہوں گے، یہ کچھ اُن کے دل ہی جانتے ہوں گے اور ان آوازوں کے درمیان بھی بار بار جیل کی بھاری کنجیوں اور محافظوں کے بُوٹوں کی دھمک خلل ڈال رہی تھی۔

ڈاکٹر فوزیہ کی بے تاب نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اُن کی بہن کس قدر کم زور و نحیف ہو گئی ہیں، اُن کے اوپر کے چار دانت ٹوٹے ہوئے ہیں، جب کہ سَر پر تشدّد کی وجہ سے اُنہیں سُننے میں بھی دقّت پیش آ رہی ہے۔ ڈاکٹر عافیہ نے سفید اسکارف اوڑھ رکھا تھا اور وہ جیل کے خاکی رنگ یونی فارم میں ملبوس تھیں۔ اُنھیں اُن کے بیٹے اور بیٹی کی تصاویر دِکھانے پر پابندی عاید تھی۔ ڈاکٹر عافیہ نے بتایا کہ وہ ہر وقت اپنی فیملی اور اپنے بچّوں کو یاد کرتی ہیں۔ پہلے روز ڈھائی، تین گھنٹے کی اس ملاقات میں اُنہوں نے پہلا گھنٹہ جیل میں ہونے والی بدسلوکیوں کی تفصیل بتاتے ہوئے گزارا۔

ڈاکٹر فوزیہ نے اپنی بہن کی باتوں سے محسوس کیا کہ 2003ء میں بچّوں سمیت اغوا کے واقعات اُن کے ذہن پر نقش ہو کر رہ گئے ہیں۔ ڈاکٹر فوزیہ اس ملاقات کے حوالے سے میڈیا سے فوری طور پر کوئی گفتگو کرنے سے قاصر تھیں۔ وہ جیل سے باہر آنے کے بعد کافی دیر تک گاڑی میں بیٹھ کر روتی رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ملاقات انتہائی افسردہ کر دینے والی تھی۔ ڈاکٹر فوزیہ کے ساتھ جماعت اسلامی کے سینیٹر، مشتاق احمد خان اور اُن کے وکیل، کلائیو اسمتھ بھی تھے۔ اُن کی تین دنوں میں تین ملاقاتیں ہوئیں، لیکن ڈاکٹر فوزیہ کے لیے اپنی بہن سے یہ ملاقات تشنگی کے لق دق صحرا میں ایک قطرے ہی کے مانند تھی۔

کشمیر پر ظلم و بربریت

بھارت کی جانب سے مقبوضہ ریاست جموں و کشمیر میں جبر و استبداد، ظلم و بربریت اور ریاستی دہشتگردی کے 76 سال مکمل ہو گئے۔ کشمیر کی تاریخ کے سیاہ ترین دن 27 اکتوبر 1947 کو بھارت نے کشمیریوں کی امنگوں کے خلاف وادی پر غاصبانہ قبضہ کر کے نسل کشی کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج بھی جاری ہے، بھارتی فوج کے ہاتھوں اب تک 2 لاکھ 37 ہزار سے زیادہ کشمیریوں کو شہید کیا جا چکا، اس ظلم کے باوجود نہ تو کشمیریوں کے حوصلے پست ہوئے اور نہ ہی وہ اپنے حق سے پیچھے ہٹنے پر تیار ہیں۔ لائن آف کنٹرول کے دونوں اطراف کے دنیا بھر میں بسنے والے کشمیری ہر سال 27 اکتوبر کو بھارت کے غاصبانہ قبضہ کیخلاف یوم سیاہ کے طور پر مناتے ہیں، بھارتی فورسز نے 1947 میں آج ہی کے دن جموں و کشمیر پر حملہ کر کے کشمیریوں کی مرضی کے خلاف اس پر قبضہ کیا، ریاستی دہشتگردی کے 76 سال مکمل ہونے کے باوجود بھارت آج بھی جارحانہ اور غاصبانہ طرز عمل پر کار بند ہے۔ بھارت نے مقبوضہ جموں و کشمیر میں 5 لاکھ سے زائد کشمیریوں کو بے دردی سے شہید کیا، صرف 90 کی دہائی سے اب تک 96246 کشمیری شہید کیے گئے ہیں، گزشتہ 33 سالوں کے دوران بھارت نے 168493 کشمیریوں کو گرفتار کیا ہے جن میں دوران حراست 7306 شہید کیے گئے ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر کی سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس منظور الحسن گیلانی نے کہا ہے کہ 7 دہائیوں سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھارت نے کشمیریوں کا بنیادی حق سلب کر رکھا ہے اور مقبوضہ جموں و کشمیر کا علاقہ مکمل فوجی چھاؤنی میں تبدیل ہو چکا ہے جہاں بھارت نے کشمیریوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ حریت پسند کشمیری رہنما سید علی گیلانی کی بھارتی حکام نے خود تدفین کی اور سید علی گیلانی کے خاندان کو جنازے میں شامل نہیں ہونے دیا گیا، سید علی گیلانی کی وصیت کے مطابق انہیں سری نگر کے شہدا قبرستان میں دفن ہونا تھا لیکن بدحواس مودی حکومت نے سید علی گیلانی کی میت کی ان کی رہائشگاہ کے قریب تدفین کی۔

لبیک انٹری ٹیسٹ سیریز (LETS)

0319-3779054

labbaik_entry_test_series

Labbaik Entry Test Series - LETS

Labbaik Entry Test Series - LETS

@LETS_By_KHREWS

https://www.labbaikitservices.com/

پورا کفر نہتے مسلمانوں کے خلاف میدان لگائے ہوئے ہے۔

رہائشی عمارتیں، کاروباری مراکز، سکول، مساجد یہاں تک کہ ہسپتالوں پر بھی تاریخ کی بدترین بمباری کر کے مسلمانوں کی نسل کشی کی حدیں پار کر دی گئیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی محفوظ نہیں۔ یہ المناک مناظر دیکھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ ہر شخص کی دلی صدا یہی ہے کی اگر باڈر کھل جائے اور اعلانِ جہاد کر دیا جائے تو میں بھی صفِ اوّل کا سپاہی بن کر مسلمانوں کا بدلہ لوں گا۔ یہ جذبات قابل قدر ہیں اور بحیثیتِ مسلمان ہر شخص کے ہونے چاہیں لیکن۔۔۔

حقیقت یہ ہے کہ

موجودہ حکمرانوں کی طرف سے اعلانِ جہاد تو بہت دور کی بات ہے یہ بزدل تو ان مسلمانوں کے لیے امداد تک نہیں پہنچا سکے۔ یہود و نصاری کو دی جانے والی گیس وایندھن کی سپلائی لائن بھی بند نہ کر سکے۔ فرنگی دہشت گردوں سے سفارتی تعلقات تک منقطع نہیں کر سکے۔ ان حالات میں جب ہمارے لیے بظاہر کوئی ردِ عمل دینا ممکن نہیں رہا۔۔۔

ہم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں ناں۔۔۔!!!

کہ وہ مصنوعات جن کا براہِ راست فائدہ یہود و نصاری کو پہنچتا ہو ہم ان کا خود بھی بائیکاٹ کریں اور ہر شخص کو اس بات پر آمادہ کریں اور یاد رکھیں کہ یہ بائیکاٹ عارضی نہ ہو بلکہ زِندگی بھر کے لیے ان مضنوعات سے دوری اور نفرت ہے جن کی مالی امداد سے ہمارے مسلمان بھائیوں اور بہنوں پر لاکھوں ٹن بارود برسایا گیا۔ (لبیک انٹری ٹیسٹ سیریز، تحریک لبیک پاکستان)

In case of any question, doubt, query, omission, error, mistake or confusion, feel free to contact at the aforementioned social media handles. Scan this QR code to join our MDCAT session. Daily lectures, daily test, live discussion, live question answers. **Cost:** Rs. 1,000/- *(to make you serious; otherwise, it is not needed to us)* 6 month session

SCAN ME

اے مسلمانو! تمہارا خریدا ہوا یہ سامان ہمارا خون بہا رہا ہے۔ (فلسطینی بچے)